

محسن احرار سید عطاء الحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شہید غیرت، مظلوم کربلا، ریحانۃ النبی سیدنا حسین ابن علی سلام اللہ علیہما

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم..... دانائے سب، فخر الرسل، مولائے کل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پروردہ جماعت ہے کہ جن کا حکم، حکم الہی، کلام الہی اور عمل منجائے رہی ہے۔ مولائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تین لاکھ سے مجاوزہ قدسی صفت صحابہ کی جماعت گراں مایہ میں فکر و نظر اور شعور و احساس کا وہ نور منتقل کیا کہ جو قیامت تک امت رسول ﷺ کے لئے ہدایت اور حریت کے راستوں کو اجالتا رہے گا۔

نواسر رسول، جگر گوشہ بتول، نور نظر علی المرتضیٰ، سیدنا حسین سلام اللہ و رضوانہ علیہ بھی اسی جماعت صحابہ کے فرد فرید اور نوٹوئے لالہ ہیں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات میں اسوۂ رسالت کا یہی نورانی عکس نمایاں تر ہے۔ آپ کا اسوہ مقام صحابیت کی عملی تفسیر ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ..... اصالح، زاہد، عابد، باکمال، منکسر المزاج، متواضع، بہادر، شب زندہ دار، تہجد میں اللہ سے گفتگو کرنے والے، اپنے رب کے حضور عجز کا اظہار کر کے طویل سجدے کرنے والے اور قیام طویل میں ایک یا دو پارہ نہیں سورۃ بقرہ ایک رکعت میں پڑھنے والے تھے۔ جنہوں نے بچپن میں نبی کریم علیہ الوہ النصحیہ والتسلیم کے پیار کی بہاروں کو لوٹا ہے۔ آپ کی گود میں کھیلے ہیں اور وہ ریحانۃ النبی ہیں..... حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا..... یا اللہ! جو حسین سے محبت کرے، میں اس سے محبت کرتا ہوں، جو حسین سے بغض رکھے تو بھی اس سے بغض رکھ۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ کی معیت جسدی اور معیت زمانی حاصل ہے۔ آپ براہ راست فیضان رسول ﷺ حاصل کرنے کے شرف سے شرف ہیں۔ آپ کا یہ مقام و مرتبہ اور اجلال و اکرام ہی ہماری محبتوں کا مرکز و محور ہے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ شہادت منافقین عجم کے سازشی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ ہے۔ شہادت حسینؑ سے دین کی روح عمل سمجھ میں آ جاتی ہے اور غیرت و حمیت اپنے اونچے کمال پر نظر آتی ہے۔ سیدنا حسینؑ نے جہاں غیرت

ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خلعت شہادت زیب تن کی، وہاں انہوں نے منافقین عجم کے اس گروہ کو بھی ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا جو ان کے نانا ﷺ کے دین کے درپے آزار ہو کر خلافت عثمانی پر مہلک وار کر چکا تھا۔

حادثہ کر بلا کے پس منظر میں یہودیوں، سبائیوں اور مجوسیوں کی منافقانہ سازشیں کارفرما تھیں۔ خیر کی نکت، جزیرۃ العرب سے انخلا، اور اپنے اقتدار کے چکنا چور ہونے کے بعد یہودیوں نے اسب مسلمہ میں انتشار و انفرق کی مہمیں سازشیں شروع کر دی تھیں اور وہ اسلامی حکومت کے استحکام اور تیزی سے بڑھتی ہوئی فتوحات سے خوفزدہ ہو کر انتقام پر اتر آئے تھے۔ ادھر عجمی مجوسیوں کو اقتدار کسرئی کے ملیا میٹ ہو جانے کے کبھی نہ مندمل ہونے والے زخم چاٹنے کی مصروفیت تھی، انہی دو ممالیاں عناصر کو ایک جسی نسبی یہودی مسٹر عبد اللہ ابن سبہ جیسا شرماغ سازشی میسر آیا جس نے شہید مظلوم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک مرکزی کردار ادا کیا۔

۶۰ھ میں جب امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو کوفہ کے کچھ آدمیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ حسین! تجھ کو مبارک ہو! معاویہ مر گیا! سازش اور فساد کا آغاز ہمیں سے ہوتا ہے۔ کوفیوں نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے، خلافت پر متمکن ہونے کی دعوت دی اور کہا کہ ہمارا کوئی امام نہیں، میدان خالی ہے۔ پھل پک چکا ہے، آئیے! ہم آپ کو امام مانتے ہیں۔ تاریخ کی روایات میں ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھے گئے۔ آپ نے حالات کا جائزہ لینے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل کو کوفہ بھیجا۔ پہلے ہزاروں کوفیوں نے ان کی بیعت کی، پھر انہیں بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ چنانچہ جب سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مقام معلیہ پر پہنچے اور انہیں معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کو شہید کر دیا گیا ہے۔ تو آپ نے مسلم بن عقیل کے بیٹوں سے مشورہ کے بعد یزید سے ملاقات کا فیصلہ کر لیا۔ حضرت مسلم بن عقیل کے بیٹے بھی آپ کے ساتھ تھے اور اسی مقام سے کوفہ کی بجائے شام کا سفر شروع کیا۔ ابن زیادہ اور شمر جو مسلم بن عقیل کے قتل میں براہ راست شریک اور ملوث تھے، انہوں نے سمجھ لیا کہ اگر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یزید کے پاس پہنچ گئے تو اصل سازش عیاں ہو جائے گی اور مفاہمت ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا راستہ روکا اور اپنے ہاتھ پر یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا: ”ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت؟ یہ میری موت کے بعد ہی ممکن ہے۔“ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ عین حق تھا اور غیرت حسین کا یہی تقاضا تھا۔ پھر میدان کر بلا میں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے جو تین شرائط پیش کیں، ان پر ائمہ اہل سنت و ائمہ اہل تشیع متفق ہیں اور دونوں طبقوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ جو ”تاریخ ابن کثیر“، ”تاریخ طبری“ اور شیعہ کی مشہور کتاب ”الشانہ“ میں مرقوم و مرقم ہیں۔ کچھ یوں ہیں۔ ”میری تین باتوں میں سے ایک بات پسند کر لو۔ یا میں اس جگہ لوٹ جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں، یا تم میرے

راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے یزید کے پاس جانے دو۔ کہ میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ پر رکھ دیتا ہوں، وہ میرا عم زاد ہے۔ پھر وہ میرے متعلق خود اپنی رائے قائم کر لے گا۔ یا پھر مجھے مسلمانوں کی سرحدات میں سے کسی سرحد کی طرف روانہ کر دو تو میں وہیں کا باشندہ بن جاؤں گا پھر جو نفع اور آرام وہاں کے لوگوں کو حاصل ہوگا، وہی مجھے بھی مل جائے گا۔ اور جو نقصان اور تکلیف وہاں کے لوگوں کو ہوگی، وہی مجھے بھی پہنچے گی۔“ (الشانى، ص ۱۷)

ان شرائط کے مطالعہ کے بعد کسی تحقیق کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور حقائق کھل کر، ابھر کر اور نکھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

جو لوگ آج حق و باطل کے خانہ ساز معر کے اٹھارے ہیں اور فرقہ واریت کو ہوا دے رہے ہیں۔ ان کی ساری خرمستیاں سبائی دولت، اشتري حیلوں، عسکری تجبر اور مختاری چالوں کا مظہر کامل ہیں۔ یہود و مجوس کی ساری تنگ و دو اس نکتہ پر مرکوز ہے کہ تاریخ، ادب، سیاسیات، سماجیات اور اعتقادات کے ہر ہر گوشے میں شرک اور نفاق کے سانچوں میں ڈھلے ہوئے بت کھڑے کر دیئے جائیں۔ میدان جنگ میں عبرتناک شکست اور ذلت آمیز موت سے بچنے کے لیے دو چار ہونے والے اعداء رسولؐ و اعداء اصحاب رسولؐ کے پاس یہی ایک انتقامی حربہ تھا جو پوری قوت سے مسلسل آزمایا گیا اور آزمانے والے وہی تھے کہ فتنہ سازش اور شرک و نفاق جن کی فطرت و طینت، خمیر و خمیر، سرشت و خصال اور فکر و نہاد کے اجزاء ترکیبی ہیں۔ جس کا دردناک مظاہرہ شہادت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی صورت میں ہو چکا تھا۔

”بندگی کو تراب“ کا نعرہ سرزمینِ عجم کو اسی لئے راس اور خوش آیا کہ یہاں منم پرستی، شاہ پرستی، اور شخصیت پرستی مزا جوں کا حصہ ہو چکی تھی۔ جہاں بندگی طاقت و دولت، آئین ہائے کہنہ و نو کے متن واحد کا درجہ رکھتی تھی، ایسی رت میں، ایسے ماحول میں اور ایسے موسم میں خدیثانِ عجم، یہود و مجوس کے لئے سازگاری ہی سازی گاری تھی۔ چنانچہ ملتِ ابراہیمی کی عالمگیر وحدت کو پارہ پارہ اور امتِ محمدیہ کی ابدی شوکت و سطوت کو مجرد و صخ کرنے کے لئے آلِ رسول ﷺ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا اور کر بلا قتل گاہ آلِ رسول بنادی گئی۔ سبطِ رسول شہید کر دیئے گئے اور انہی کے نام پر ایک نیا دین گھڑا گیا، ایک نیا دھرم متعارف کرایا گیا جس کے پجاری و بیوپاری گزشتہ تیرہ سو سال سے اسلام کے صدرِ اول میں اپنی جانگاہ ہزیموں کا انتقام لے رہے ہیں لیکن یہ دین اسلام ہے کہ خونِ صحابہ و راسوہ و آثارِ اصحاب رسول علیہم الرضوان اس ناقابلِ تسخیر قلعہ کی فصیلیں ہو گئی ہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا نام گونجنے رہے گا اور اسلام کی آبیاری کے لئے جان و مال قربان کرنے والوں (صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم) کا نام بھی تاباں رہے گا۔